سہ ماہی ”تحقیق و تجزیہ“ (جلد4، شمارہ:3)، جولائی تا ستمبر2026ء

The Tradition of Despatch Writing in Punjab: 1900 to 1950

پنجاب میں اُردو مکتوب نگاری کی روایت:1900تا1950

Dr. Syed Zamir Ul Hassan[*1]
Assistant Professor, Department of Urdu, GSCWU, Bahawalpur.
Dr. Babar Rehman Shah [*2]
Lecturer Urdu, Government Graduate College, Mianwali.

[1]☆**ڈاکٹر سیّد ضمیر الحسن**
اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ گریجویٹ کالج، میانوالی
[2]☆**ڈاکٹر بابر رحمٰن شاہ**
لیکچرر، گورنمنٹ گریجویٹ کالج، میانوالی

Correspondance: zhbukhari23@gmail.com

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 28-07-2026
Accepted:30-09-2026
Online:30-09-2026

Copyright:© 2026 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: Despatch writing is the oldest form or genre of literature. Despatch writing is the subtle art. Its scope is personal as well as universal and collective. Its inception is attributed to the Rome's commencement. All the languages, whose written form has been emerged, have helped in the propagation of this genre. Like the other languages, this genre is as old in Urdu as the language itself. It was Ghalib who upgraded it to the modern letter writing and became torch bearer of Despatch writing. In respect of literature, history and biography, the importance of Despatch writing increases. Regarding this literary genre, such a way of expression in Punjab's literary history is highly valuable. In this area, this genre sought the attention of some of the most renowned writers such as, Allama Iqbal, Sir Sheikh Abdul Qadir, Saadat Hassan Manto, Rajindar Singh Baidi and Pandit Brijmohan Datta Tarye Kaifi, who continued to write in this genre, and hence shaped a tradition of this genre in this part of the country. In this research paper, the creative efforts in

respect of Despatch writing in Punjab in the first half of the 20th century have been analyzed.

KEYWORDS:
Punjab, Punjabi School of Thought, Despatch Writing, Language and Literature, Punjab as a Unified School of Thought, Non-Fictional Prose, History, Art of Letter Writing.

اردو مکتوب نگاری اور دبستانِ پنجاب:

لغاتِ اُردو میں مکتوب (اسم مذکر) لکھا ہوا، لکھا گیا ہے۔ مرقوم، خط، چٹھی، مراسلہ؛ (اسم مذکر) خطوط کا طومار یا ایک لمبا کاغذ، بہت سے اکٹھے خط جو لڑکوں کو پڑھانے کے لیے جوڑ دیتے ہیں۔ جب کہ ترسُل[1] خط ایک عربی زبان کا لفظ ہے۔ اور لغوی اعتبار سے اس کے معنی لکیر یا سطر کے ہیں۔ عربوں کے یہاں روایتی طور پر یہ لفظ تحریر کے لیے بھی مستعمل رہا ہے اور عام طور پر رائج ہے۔ گویا خط کے حوالے سے مشرقی زبانوں میں کسی سطح پر بھی مغائرت دیکھنے کو نہیں ملتی ہے۔ بظاہر "خط" ایک سیدھا سادہ اور دو حرفی لفظ ہے۔ جو عام طور پر دو اشخاص کے درمیان ترسیل خیال کا تحریری ذریعہ ہے۔[2] خطوط نگاری کے آغاز کو روم سے منسوب کیا جاتا ہے، یعنی کہ اِس کی تاریخ صدیوں کو محیط ہے، اور اس کی زبان ادبی صلاحیتوں سے بہرہ ور تھی۔ ڈاکٹر خورشید الاسلام لکھتے ہیں کہ مکتوب نگاری کی ابتدا سلطنت روما سے ہوئی۔ ہو سکتا ہے دیگر قدیم تہذیبی مراکز میں بھی اس نے فروغ پایا ہو لیکن یہ ثابت نہیں۔[3]

انگریزی زبان وادب میں خطوط نگاری کا آغاز پندرھویں صدی میں ہوا۔ انگریزی ادب میں نشاۃ ثانیہ کے ساتھ ہی اس فن پر بھی بہت کچھ لکھا جانے لگا۔ فارسی زبان میں خطوط نگاری کی روایت بھی مضبوط و مستحکم رہی ہے۔ فارسی زبان و ادب میں خطوط نگاری کے معتبر حوالوں کے بارے میں محمد عسکری مرزا لکھتے ہیں:

> "فارسی میں تو مکتوبات کی اور رقعات کی وہ کثرت ہے۔ کہ پنج رقعہ "ابوالفضل"، رقعات بیدل، انشائے طاہر وحید، رقعات نعمت خان عالی، رقعات عالمگیر، فارسی کی بہت مشہور اور متداول کتابیں ہیں۔"[4]

اردو زبان میں خطوط نگاری کا آغاز فارسی زبان میں خط و کتابت سے ہوا۔ جس طرح دیگر اصناف فارسی زبان سے اردو میں آئیں۔ اسی طرح اردو مکتوب نگاری بھی فارسی کے زیر اثر پنپتی ہے۔ اردو کے ابتدائی مکتوبات میں تصنع، عبارت آرائی، مشکل پسندی، پیچیدگی، عظمت کا نشاں تصور کی جاتی تھی۔ انیسویں صدی میں صنف نثر میں انقلاب رونما ہوا۔ اور غالب کو باقاعدہ جدید اردو خطوط نویسی کا بانی تسلیم کیا گیا۔ غالب سے قبل بھی محققین نے اردو مکتوب نگاری کا

سراغ لگایا ہے۔مالک رام کی تحقیق کے مطابق غالب سے پہلے رجب علی بیگ سرور نے مکاتیب لکھے، شائع کیے اور اکا دکا خط تو کئی اور احباب کے ہاں بھی ملتے ہیں۔ (5)

معتبر نقّاد خواجہ احمد فاروقی کے بقول رجب علی بیگ سرور اور مرزا اسد اللہ خاں غالب سے بہت پہلے حضرت تپش دہلوی اور راسخ عظیم آبادی، نے اردو میں خط لکھے تھے۔(6) اردو میں ابتدائی خطوط نویسی نے پُر تکلف انشا پردازی اور مشکل پسندی ،عبارت آرائی کے بوجھ تلے دبی ہوئی سادہ نویسی کی طرح ڈالی تھی۔ لیکن مرزا غالب نے "اردوئے معلی" اور "عود ہندی" کے ذریعے سادہ نویسی کو رواج دے کے مراسلے کو مکالمہ بنانے کا کارنامہ سرانجام دِیا ہے۔جہاں تک خطوط نگاری کی اہمیت وافادیت کی بات ہے تو اس نکتے سے انکار کی مطلق گنجائش نہیں کہ یہ اردو کی مقبول صنف ادب کے طور پر بروئے کار لائی جاتی رہی ہے۔پروفیسر ڈاکٹر سید عبد اللہ کے بقول:

"انسان کی یہ اختراع ہی زندگی کے عجیب و غریب اور ہمہ گیر تقاضوں سے پیدا ہوئی۔پہلے محض معمولی ضرورتوں کو پورا کرنے تک محدود رہی۔اس کے بعد جملہ فنون عالیہ کی طرح ایک فن لطیف۔۔۔" (7)

خطوط نگاری کو ایک فن کا درجہ حاصل ہو چکا ہے، اِس حوالے سے نصابات اور انشاپردازی کے حوالے سے ایک ضخیم سرمایہ دیکھنے کو ملتا ہے، جس مین اِس صنف کے خدوخال اور معیارات کو مفصّل انداز سے بیان کیا گیا ہے اور اِس صنف کے اصول و ضوابط بھی طے کیے گئے ہیں، ڈاکٹر سید عبد اللہ نے ایک اور مقام پر خطوط نگاری کے فن کی بحث کو کچھ اس طرح سمیٹا:

"یہ لکھنے والے کے لیے اگر محض عرض سخن بھی ہو تب بھی پڑھنے والے کے لیے گنجینۂ فن ہو سکتا ہے۔خط ایک جہاں راز ہے۔جس کے راز اگر سر بستہ رہیں۔تو سینوں کو گہرہائے معنی کے دفینے بنا دیں اور آشکارا ہو جائیں۔تو جذبے کی ساری دنیا زعفران زار ہو جائے گی۔" (8)

گویا اِس صنف سے بطریقِ احسن عہدہ برآ ہونا اور مکتوب نگاری کے لوازمات کا متعین کردہ معیارات کی روشنی میں التزام کر کے عہدہ برآ ہونا ایک ریاض طلب سرگرمی ہے۔غلام رسول مہر مکاتیب نگاری کے فن کے حوالے سے کچھ یوں رقم طراز ہوتے ہیں:

"بزرگان علم و فضل اور اکابر حکمت و دانش کے خطوط و مکاتیب جو انھوں نے اپنے عزیزوں، دوستوں اور نیاز مندوں کو لکھے ان کا سرمایہ ہر زبان کے

ادبیات میں گراں قدر اور بیش بہا سمجھا جاتا ہے۔اوراس ابرِ مطیر کو گوہر
باریوں نے خود ہماری زبان کے دامن میں بھی متاعِ شہوار فراہم کر دی
ہے۔"(9)

چناں چہ اِس اعتبار سے دیکھا جائے تو مکتوب کا ذخیرہ ایک قابلِ قدر لسانی سرمایہ ہے، جو کہ نجی ہونے کے باوجود زبان کی تحفیظ کا فریضہ ادا کرنے پر مامور ہے۔مالک رام خطوط نویسی کے حوالے سے کچھ یوں قلم کشا ہوتے ہیں:

"اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ اگرچہ غالب کے بعد بیسیوں خطوط کے
مجموعے شائع ہوئے۔لیکن کسی میں وہ خلوص اور صداقت برجستگی اور آمد
نہیں جو ان کے خطوں کا طرہ امتیاز ہے۔"(10)

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کے نزدیک مکتوب نگاری یہ ہے کہ ہم ایک شخص سے کوئی بات کہنا چاہیں اور وہ ہمارے سامنے موجود نہ ہو تو اپنی بات گفتگو اسے لکھ بھیجنا خط نویسی کہلاتا ہے۔جب کہ مولوی عبدالحق صاحب کے الفاظ میں خط دلی خیالات وجذبات کا روزنامچہ اور اسرار حیات کا صحیفہ ہے۔مکتوب نویسی کا جہاں تک تعلق ہے تو ادب کی قدیم ترین شکل ہے۔خط کو بالعموم نصف ملاقات کا نام بھی دیا جاتا ہے۔خط کی اہمیت بالمشافہ ملاقات سے بھی زیادہ ہے۔(11)

خطوط نویسی کی اہمیت ادبی تاریخی اور سوانحی حوالوں سے بڑھ جاتی ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ مشاہیر کے خطوط ان کی ذاتی زندگی کے ان گوشوں کو بھی منظر عام پر لاتے ہیں جو عوام کی نظروں سے اوجھل ہوتے ہیں۔شخصیات جس قدر توجہ کا مرکز ہوں گی۔علمی،ادبی،تاریخی حوالوں سے ان کے خطوط کی اہمیت اس قدر بڑھ جائے گی۔خط کی ادبی اہمیت کے پیش نظر اور تخلیقی جوہر سے ہم کنار ہونے کے حوالے سے ڈاکٹر سید عبداللہ کے خیال میں خط نگاری خود ادب نہیں مگر جب اس کو خاص ماحول،خاص مزاج،خاص استعداد اور خاص فضا میسر آجائے تو یہ ادب بن سکتی ہے۔مگر خط کو ادب بنانے کا کام بہت مشکل ہے۔(12)

مکتوب نگاری کی ادبی شناخت اسی صورت میں متعین ہو گی جب اس میں انسانی ذوق کی تشفی کے وسیع تر سامان موجود ہوں گے۔مستقل ادبی شاہکار بننے کے لیے دانش و بینش کے جوہر کے علاوہ خط میں کچھ وہ چیز بھی ضروری ہے۔جس کو آدمیت کا رنگ آشنائی کہا جا سکتا ہے۔جن سے پڑھنے والے کو بھی انس اور روحانی شناسائی کا احساس ہو۔یہی احساس ادب کو زمان و مکاں کی حدوں سے ماورا کر دیتا ہے۔(13)

مکتوب نگاری کے ارتقائی سفر میں ہندوستان میں فارسی ادب میں ترسّل کا اولیں ممتاز ہدایت نامہ اعجاز خسروی ہے۔جو سادگی سے زیادہ تکلف کا نمونہ ہے۔خسرو کے بعد ابوالفضل نے خط نگاری کو نئے انداز میں روشناس

کرایا۔ انفرادیت ہے بناوٹ نہیں۔ ابولفضل کے خط ادب عالیہ کا شاہکار تصور کیے جاتے ہیں۔ اورنگزیب عالمگیر اور چندر بھان برہمن فارسی ادب کے لوگ تھے، سادگی اور سلاست کو انھوں نے رواج دیا۔ انیسویں صدی کے نصف میں فارسی کی جگہ جب اردو نے لی مکتوب نگاری میں القاب و آداب، سرنامے، عنوان، آغاز اور اختتامیے وہی ہیں۔ 1849ء میں اسی نئی طرز کا سہرا مرزا غالب کے سر جاتا ہے۔ جنھوں نے مکتوب نگاری میں نہیں نثر میں بھی سادگی و سلاست اور جدت کی طرح ڈالی ہے۔ درحقیقت مراسلے کو مکالمہ بنانے میں ان کی شخصیت کا بڑا اہم کردار ہے۔ اس کے بعد دور سرسید احمد خاں میں میں خود سرسید احمد خاں، نواب محسن الملک، وقارالملک، شبلی ، الطاف حسین حالی، اکبر الہ آبادی کے مکاتیب اہم ہیں۔ پنجاب کے دبستان میں مکاتیب نگاروں کی صف میں محمد حسین آزاد، تاجور نجیب آبادی، شوکت تھانوی، ظفر علی خان، ابوالاثر حفیظ جالندھری، ڈاکٹر محمد دین تاثیر، حکیم الامت علامہ محمد اقبال، سر شیخ عبدالقادر، محمد دین فوق، غلام بھیک نیرنگ، پنڈت دتاتریہ کیفی، حافظ محمود شیرانی، معروف رومانی شاعر اختر شیرانی، مولانا چراغ حسن حسرت، حکیم فقیر محمد چشتی، عہد آفریں افسانہ نگار سعادت حسن منٹو وغیرہ کے نام شامل ہیں۔ ان میں عزیزم کے نام، پروفیسر محمد دین تاثیر کے خطوط کا مجموعہ ہے۔ ”عزیزم کے نام“ ادارہ فروغ اردو لاہور سے شائع ہوا۔ ڈاکٹر ایم ڈی تاثیر لاہور کے نہایت باذوق، ذی علم ادیب، انشاپرداز اور اعلادرجے کے شاعر تھے۔ ڈاکٹر سید عبداللہ کے بقول:

> ”عزیزم کے نام ڈاکٹر تاثیر کے (شاگرد عزیز محمود نظامی کے نام) خط ہیں۔ ان خطوط کا انداز علمی ہے۔ اور بیشتر جزئیات بھی علم و فضیلت سے متعلق ہیں۔ ان میں خلوص تو ہے۔ مگر بے تکلفی نہیں اور شاگرد استاد کے درمیان جو فاصلہ ہے۔ وہ قائم ہے۔ ذاتی تفصیلات سے زیادہ افادہ و تربیت مدنظر ہے۔ اور بعض خط تو مقالات کی حد میں داخل ہو گئے ہیں۔ اس مجموعے کے اکثر خطوط طویل ہیں، مگر ان کا علمی مواد کبھی کبھی ثقیل ہو گیا ہے۔ لیکن انداز بیان کی برجستگی اور تاثیر کی گرمی نے ان کو خشک نہیں ہونے دیا۔“(14)

اختر اور سلمیٰ کے خطوط (1934ء) اختر شیرانی کے تاریخی اور رومانوی عہد کی یادوں کا مرقع ہے۔ جو خطوط کی شکل میں اس صنف ادب مکتوب نگاری کا بھی یادگار قلمی شاہکار ہیں۔ جو تاریخ ادب میں اپنی منفرد حیثیت کے حامل ہیں۔ ان خطوط سے اقتباسات ان کی تخلیقی اور ادبی حیثیت پر دلالت کرتے ہیں۔ سر عبدالقادر کی مکتوب نگاری کا ایک اہم سنگ میل ہے۔ سر شیخ عبدالقادر کی خط وکتابت کا سلسلہ جن شخصیات کے ساتھ رہا، ان میں شاعرِ مشرق ڈاکٹر علامہ محمد اقبال، ڈاکٹر محی الدین زور قادری، بشیر النساء بیگم، آغا صادق، تمکین کاظمی، نصیر الدین ہاشمی، بیرسٹر ہمایوں مرزا، صوفی غیرت قادری، مولوی حبیب الرحمن، مولوی بشیر الدین، جیسی شخصیات شامل ہیں۔ سر شیخ عبدالقادر کا نثری اسلوب اور ان کے

سوانحی گوشے ان کے مکتوبات میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔علامہ محمد اقبال نے مکتوب نگاری کی روایت کو مستحکم کرنے میں بھی حصہ لیا ہے۔انھوں نے اپنے مکتوبات میں اگرچہ سادگی اختیار کی ہے۔لیکن ان کے خطوط میں بین السطور پائی جانے والی خاص قسم کی عالمانہ شان نے اردو مکتوب نگاری میں ایک نئے اسلوب کو جنم دیا ہے۔علامہ اقبال کے خطوط کا اندازہ عام طور پر سر سید احمد خاں اور الطاف حسین حالی سے مماثلت رکھتا ہے۔وہ اپنے خیالات و افکار کو حد درجہ سنجیدگی، متانت اور مدلل انداز سے پیش کرنے کی سعی کرتے ہیں۔اقبال کے خطوط کی خوبی یہ ہے کہ وہ غیر ضروری باتوں سے احتراز کرتے ہیں۔وہ اپنے خطوط میں اثر آفرینی ہی پیدا کرنا چاہتے ہیں اور نہ مخاطب کے جذبات کو ابھارنا چاہتے ہیں۔بلکہ اپنی اہم اور ضروری بات کو بے لوث اختصار اور فطری انداز میں مکتوب الیہ تک پہنچانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔یہی جہ ہے کہ اقبال کے خطوط متین راست، طرز نگارش سے مزین، بے تکلف اور پر خلوص ہیں۔[15] اقبال کے خطوط میں ان کا پر متین اسلوب نثر انشا پردازی کے نمونے پیش کرتا ہے۔خط و کتابت میں مولانا گرامی جیسی شخصیات سے شعر و سخن کی پر لطف گفتگو بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔علامہ اقبال کے مکتوبات فلسفیانہ، درویشانہ مگر متوازن اور پر وقار نثری محاسن و محامد کے حامل نظر آتے ہیں۔علامہ اقبال کی مکتوب نگاری کو زیرِ بحث لاتے ہوئے پروفیسر آل احمد سرور کے بقول:

> ''اقبال کے ذہن میں کوئی بات مبہم نہ تھی۔ان کے ذہن میں دھندلکا یا سایہ نہیں۔ان کی علمیت غالباً اردو شاعری میں بے نظیر ہے۔اردو فارسی پر انھیں ہر طرح عبور تھا۔مگر انھوں نے عربی بھی پڑھی تھی۔اور انگریزی جرمنی سے بھی گہرا استفادہ کیا تھا۔احمد شفیع کے نام جو خط ہے، اس میں قدیم و جدید فلسفوں سے ان کی واقفیت کا ثبوت ملتا ہے۔اس علمیت سے بھی ان میں خشکی بپانہ ہونے پائی۔اقبال ان خطوں میں کہیں چیختے چلاتے نہیں، نہ روتے بسورتے ہیں۔نہ زور سے قہقہے لگاتے ہیں۔ایک متوازن پر عظمت باوقار دھارا ہے کہ برابر بہتا جاتا ہے۔''[16]

کملا کے خطوط، بر جموہن لعل روشن انبالوی کے خطوط کا مجموعہ روشن پبلشنگ ہاؤس دہلی کے زیر انتظام ہمدرد پریس کوچہ چیلاں دہلی سے شائع ہوا۔اس کتاب کا انتساب کچھ اس طرح تھا: ''ان کے نام جو اس راہ میں ناکام رہے''۔اس کتاب کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں:

> ''زیر نظر کتاب ''کملا کے خطوط'' آپ کے سامنے ہے۔میری زندگی کی پہلی مستقل تصنیف ہے۔یوں تو بے شمار صفحات افسانوں اور مضامین کی ورت میں میری قلم سے نکل چکے ہیں۔لیکن اب تک مستقل کتاب کوئی نہ

لکھی تھی۔ یہ کتاب در حقیقت ایک سچا واقعہ ہے۔ اس کو افسانے سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ کہانی کے افراد ہنوز حیات ہیں۔ جو عرصہ سات سال سے ظالم سماج کے ہاتھوں میں امید و بیم کے روح فرسا حالات میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اس حقیقت کے ہیرو اور ہیروئن دونوں ایک دوسرے پر جان دیتے ہیں اور ایک دوسرے کے ساتھ جیون نبھانے کا عہد کرتے ہیں۔ لیکن ہائے رے ظالم سماج کہ دونوں طوطی بسمل کی طرح تڑپ رہے ہیں۔"(17)

لندنی دوست کے نام خطوط (1946ء) پروفیسر ڈاکٹر محمد باقر کا مجموعہ مرکنٹائل پریس لاہور سے مکتبہ علم وادب کچہری روڈ لاہور کے زیر اہتمام شائع ہوا۔ اس کی ضخامت 106 صفحات پر مشتمل ہے۔ خطوط کی فہرست کے زیر عنوان درج ذیل عنوانات شامل ہیں۔ 1۔ ایک خط 2۔ ذہنیت 3۔ سیاست 4۔ طالب علم 5۔ بھوک 6۔ ریاکار شامل ہیں۔ ایک خط کے عنوان لکھتے ہیں:

"خان تم پوچھتے ہو، ہندوستان کی کیا حالت ہے۔ تم نے ایک ہی سانس میں کئی سوالات کر ڈالے مسلم لیگ پاکستان، خاکسار، فوجی بھرتی، کانگریس کا رویہ، اور خدا جانے کتنی باتوں کا خیال بیک وقت تمھارے ذہن میں آیا۔ تم چاہتے ہو موجودہ ہندوستان کی مکمل تاریخ تمھیں لکھ بھیج دوں۔ میری بھی خواہش یہ ہے کہ تمھارے شوق تجسس کی تسکین ہو لیکن اتنی فرصت کہاں سے لاؤں۔ تم نے بار بار پوچھا ہے کہ انگلستان سے واپس آنے پر میں نے ہندوستان کو کیسا پایا۔ سچ پوچھو تو گزشتہ دو تین سال میں ہندوستان کے حالات میں سر مو فرق نہیں آیا۔"(18)

پنڈت برجموہن دتاتریہ کیف مکتوب نگاری کا ایک اہم نام ہے۔ اردو زبان وادب میں پنڈت کیفی کی خدمات جس طرح دیگر اصناف ادب کے حوالے سے اپنا مقام رکھتی ہیں۔ اسی طرح مکتوب نگاری میں بھی ان کا اپنا انداز ہے۔ محمد الدین فوق کی علمی ادبی خدمات کا ایک زمانہ معترف ہے۔ مکتوب نگاری میں وہ اپنے عہد کی تصویر کشی کچھ اس انداز میں کرتے ہیں۔ غلام بھیک نیرنگ مکتوب نگاری میں اپنے افکار وسوانح اور نثری اسلوب کی گرہ کشائی کچھ اس انداز میں کرتے ہیں:

"مزاج گرامی۔ میں نادم ہوں کہ آپ کے دو والا نامے جمع ہو گئے اور میں جواب نہ لکھ سکا۔ جواب تو میں فوراً لکھتا۔ مگر مضمون زیادہ غور طلب

تھا۔اس واسطے سوچنے میں زیادہ وقت گزر گیا۔میں نے آپ کو قواعد اور رپورٹیں اس غرض سے بھیجی تھیں۔کہ ان کو دیکھنے سے آپ کو ہمارے مقاصد اور ہماراطریق انتظام دونوں معلوم ہو جاتے۔یہ بھی پتہ لگ جاتا کہ ہم نے کس کس قسم کا کام کیا۔اور یہ بھی کہ کس کام میں کس قدر کامیابی ہوئی۔کہاں تک ناکامی رہی۔کیا کیا نقص ہیں اور کیوں ہیں۔ہم اب تک بحمداللہ اشتہاری طریقوں سے محترز رہے؛اور اس لیے پبلک کو کبھی جھوٹے وعدوں یا فرضی کارناموں سے کسی مغالطے میں نہیں ڈالا۔اس کی وجہ یہ ہے۔کہ تبلیغ ہماری وجہ معاش نہیں ہے۔چوں کہ آپ رپورٹوں کے پڑھنے کے لیے وقت نہ نکال سکے۔لہٰذا اب مختصر طور پر یہاں مقاصد جمیعتہ اور اس کا طریق کار لکھ کر عرض کرتا ہوں۔کہ اب تک کیا کام کیا گیا۔اور آیندہ کیا ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔''(19)

راجندر سنگھ بیدی نثر کا ایک خوب صورت نام ہے۔ان کے مکتوب ان کی زندگی کے سوانحی گوشوں اور ان کی نثری تحریر میں منفرد اسلوب کی جلوہ گری کی بہار بھی دکھاتے نظر آتے ہیں۔اوپندر ناتھ اشک کے نام ان کے مکتوب کا کچھ حصہ ان کے زبان وبیاں کی جھلک کچھ یوں دکھارہاہے:

''آج کل بہت اداس خاطر ہوں۔آج ایک عجیب واقعے نے مجھے اور بھی پریشان کر دیا۔میں ادارہ ادب لطیف میں بیٹھا تھا۔کہ کہیں سے گوپال متل آنکلے۔میں اسی مضمون ''ادب العالیہ اور ترقی پسندی'' کے متعلق گفتگو کر رہا تھا۔کہ اسی اثنا میں گوپال متل جو ترقی پسندی کے مروجہ عقائد کے قائل ہیں۔ان سے بحث ہو پڑی۔اور بحث میں انتہائی کمزور واقع ہوا ہوں۔اس نے مجھے آڑھے ہاتھوں لیا۔وہ موقع ایسا تھا کہ مجھے کوئی دلیل ہی نہ سوجھتی تھی اور سوجھی بھی تو بے معنی نتیجہ ظاہر ہے،مجھے خفت اٹھانا پڑی۔اب ہنسنے کی بات یہ ہے کہ شکست خوردہ گھر آیا ہوں۔تو بہت دلیلیں سوجھ رہی ہیں۔''(20)

سعادت حسن منٹو مکتوب نگاری میں نثر کا ایک ایسا حوالہ ہے؛جس کی فکر کی خوشبو افسانہ ہو،یا مکتوب؛ہر دو صنف میں گلشن ادب میں اپنی منفرد شناخت کی حامل نظر آتی ہے۔محمد حسن عسکری نے بجا طور پر کہا کہ منٹو کو پانی پینے کے لیے آپ کنواں

کھودنا پڑا۔ موضوع ہو یا ہیئت دونوں میں منٹو کی حیثیت ایک پیش رو کی ہے۔(21) منٹو کی شخصیت کی پرتوں کی گرہ کشائی کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ اس نے مواد جمع کرنے کا کام بر سرعام اور سب کی نظروں کے سامنے کیا۔ اس لیے اردو میں اس کی حیثیت محض ایک ادیب سے زیادہ ہے۔(22)

نظم طباطبائی کی مکتوب نگاری سید علی حیدر نظم طباطبائی اپنے مخصوص انداز و ادا سے نثر کے دامن میں گل افشانی، مکتوب نگاری کی صورت میں کچھ اس نداز میں کرتے ہیں۔

> ''میں اس وقت سرکار اقبالہ کی خدمت میں ایک ایسے شخص کو پیش کرتا ہوں۔ کہ ان کی ملاقات سے سرکار نہایت محظوظ ہوں گے۔ جناب دلو رام صاحب! کوثری جن کی نظمیں جن کی نظمیں قومی اخباروں میں گل افشانی کرتی ہیں۔ نواح دہلی کے رہنے والوں میں سے ہیں۔ آپ کا مذہب وشنوی ہے۔ موحد کامل ہیں۔ اور مذہب اسلام کے بڑے مداح ہیں۔ اہل ہنود میں ایسے حق پرست بہت کم دیکھنے میں آتے ہیں۔ نعت و منقبت میں ان کا کلام سننے کے قابل ہے۔ مرثیہ بھی کہتے ہیں اور خوب کہتے ہیں۔۔۔''(23)

پنجاب میں اردو مکتوب نگاری کے آغاز و ارتقا اور روایت کا جائزہ لیا جائے، تو اس میں موضوعاتی طور پر ایک تنوع نظر آتا ہے۔ جس میں تاریخ، ادب، سوچ و فکر، نظر و نظریہ کے بہت سے گوشے وا ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ خطوط کی مدد سے تاریخ کے گنجھلک پہلوؤں کی وضاحت بھی دیکھنے کو ملتی ہے اور پنجاب کی دھرتی پر برق رفتاری سے بدلتے ہوئے سیاسی و تہذیبی منظرنامے کو بھی احاطۂ تفہیم میں لانے کے ضمن میں خاطر خواہ سامان میسر آتا ہے۔ نیز اس عہد کے علمی و ادبی معاملات و معیارات اور مشاہیر ادب کی ذہنی و شخصی ساخت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ ادب، انشا، فلسفہ، عمرانیات، ایمان و تصوف، عقائد و نظریات، تہذیب ثقافت، تمدّن اور درخشاں اقدار و روایات جیسے بامقصد عناصر و خوبیاں ان مکاتیب میں اپنی بہار دکھا رہی ہیں، جن کی مدد سے اس خطے کے عمومی مزاج کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ دبستان پنجاب میں مکتوب نگاری میں طاہرہ اور سلیم کے نام خطوط نوجوان نسل کے لیے مشعل راہ کا کام کرتے ہیں۔ یہ خطوط ان اقدار کی بات کرتے ہیں جنھیں کہ نئی نسل میں دیکھنا یہاں کے بزرگوں کا دیرینہ خواب تھا۔ لندنی دوست کے نام خطوط میں اس عہد کی تاریخ کی جھلک نظر آتی ہے اور تاریخ کے کئی گم گشتہ مگر اہمیت کے حامل امور از سرِ نو موضوعِ گفتگو بنتے ہیں۔ سعادت حسن منٹو کے موضوعات، مکاتیب کے موضوعاتی تنوع کی بدولت اس صنف کی اہمیت کو اور بڑھا دیتے ہیں۔ دبستان پنجاب میں مکتوب نگاری کے بیش بہا زاویے ہیں؛ جو وسیع ادبی، تخلیقی جہات کے حامل ہیں۔ یہ تخلیقی اُپج پنجاب میں دیگر اصناف کے ہم پلہ اس صنف کو بھی اس دھرتی میں نصیب ہوئی ہے اور بحیثیتِ مجموعی پنجاب کی ادبی روایت کو مزید ثروت بنانے میں اِن

مشاہیر کے مکتوبات نے جہاں بھرپور کردار ادا کیا ہے، وہیں نسلِ نو کی ذہن سازی کے حوالے سے بھی اِن مکتوبات کو ایک آدرش کی حیثیت حاصل رہی۔

حوالہ جات

1. فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم، سید احمد دہلوی، لاہور: مکتبہ حسن سہیل لمیٹڈ، اردو بازار، 1901ء (طبع اول) طبع دوم1974، ص:390

2. شہناز انجم، ڈاکٹر: ادبی نثر کا ارتقا، لاہور: پروگریسو بکس، 1989ء، ص:260

3. خورشید الاسلام، ڈاکٹر: خطوط نگاری، مشمولہ: اردو نثر کا ارتقا، فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، لاہور: الوقار پبلی کیشنز، ص 398،399

4. محمد عسکری مرزا: ادبی خطوط غالب، کراچی: ایجوکیشنل پریس، 1954ء، ص14

5. مالک رام: اردو کے منفرد مکتوب نگار، مشمولہ نقوش خطوط نمبر، لاہور: ادارہ فروغ اردو، 1968ء، ص:39

6. خواجہ احمد فاروقی: مکتوبات اردو کا ادبی و تاریخی ارتقا، مخزونہ دہلی یونی ورسٹی، دہلی، س ن، ص:158-159

7. سید عبد اللہ، ڈاکٹر: وجہی سے عبد الحق تک، لاہور: مکتبہ خیابان ادب، 1977ء، ص:281

8. سید عبد اللہ، ڈاکٹر: وجہی سے عبد الحق تک: ایضاً، ص:292

9. غلام رسول مہر، رائے مشمولہ: نقوش مکاتیب نمبر65۔66، نومبر 1957ء، مرتب: محمد طفیل، لاہور: ادارہ فروغ اردو، ص13

10. مالک رام: رائے مشمولہ نقوش مکاتیب نمبر65-66، نومبر1957ء، مرتب، محمد طفیل، لاہور: ادارہ فروغ اردو، ص39

11. رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، اصنافِ ادب، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 1976ء، ص:176

12. سید عبد اللہ، ڈاکٹر: وجہی سے عبد الحق تک: ایضاً، ص:284-285

13. ایضاً، ص:292

14. سید عبد اللہ، ڈاکٹر، اردو خط نگاری، مشمولہ: نقوش مکاتیب نمبر65-66، نومبر 1957ء، مرتب: محمد طفیل، لاہور: ادارہ فروغ اردو، ص:38

15. برج موہن لعل روشن انبالوی، کملا کے خطوط ، روشن پبلشنگ ہاؤس دہلی ، ہمدرد پریس کوچہ چیلاں دہلی، س۔ن۔ ص8
16. پروفیسر آلِ احمد سرور، اقبال کے خطوط، مشمولہ: اقبال اور ان کا فلسفہ، لاہور: مکتبہ عالیہ، 1977ء، ص110
17. ایضاً، ص118
18. برجموہن لعل روشن انبالوی: کملا کے خطوط ، روشن پبلشنگ ہاؤس دہلی ، ہمدرد پریس کوچہ چیلاں دہلی، س۔ن۔ ص2
19. محمد باقر: لندنی دوست کے نام خطوط، لاہور: مکتبہ علم وادب، 1946ء، ص6
20. مجموعہ راجندر سنگھ بیدی؛ مرتبہ: صلاح الدین محمود، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، 2003ء، ص1348
21. محمد حسن عسکری، منٹو کا مقام؛ نقوش منٹو نمبر، 65۔66، نومبر 1957ء، مرتب: محمد طفیل، لاہور: ادارہ فروغ اردو، ص:251
22. محمد حسن عسکری: منٹو کا مقام؛ نقوش منٹو نمبر، ایضاً؛ ص:251
23. نقوش مکاتیب نمبر 65۔66، نومبر 1957ء، مرتب:، محمد طفیل، لاہور: ادارہ فروغ اردو، ص:255

References:

1. Farhang-e-Asifiya, Jild Chaharum, Syed Ahmad Dehlvi, Lahore: Maktaba Hassan Suhail Limited, Urdu Bazar, 1901 (Tab'a Awwal), Tab'a Doim 1974, p: 390
2. Shahnaz Anjum, Dr.: Adabi Nasr Ka Irtiqa, Lahore: Progressive Books, 1989, p: 260
3. Khurshid-ul-Islam, Dr.: Khatoot Nigari, Mashmula: Urdu Nasr Ka Irtiqa, Farman Fatehpuri, Dr., Lahore: Al-Waqar Publications, p: 398, 399
4. Muhammad Askari Mirza: Adabi Khatoot-e-Ghalib, Karachi: Educational Press, 1954, p: 14
5. Malik Ram: Urdu Ke Munfarid Maktoub Nigar, Mashmula Naqoosh Khatoot Number, Lahore: Idara Farogh-e-Urdu, 1968, p: 39
6. Khawaja Ahmad Farooqui: Maktubaat-e-Urdu Ka Adabi Wa Tareekhi Irtiqa, Makhzoona Delhi University, Delhi, S.N., p: 158-159
7. Syed Abdullah, Dr.: Wajhi Se Abdul Haq Tak, Lahore: Maktaba Khayaban-e-Adab, 1977, p: 281

8. Syed Abdullah, Dr.: Wajhi Se Abdul Haq Tak; Ezan, p: 292
9. Ghulam Rasool Mehr, Ra'ye Mashmula: Naqoosh Makateeb Number 65-66, November 1957, Murattib: Muhammad Tufail, Lahore: Idara Farogh-e-Urdu, p: 13
10. Malik Ram: Ra'ye Mashmula Naqoosh Makateeb Number 65-66, November 1957, Murattib: Muhammad Tufail, Lahore: Idara Farogh-e-Urdu, p: 39
11. Rafeeq-ud-Din Hashmi, Dr.: Asnaf-e-Adab, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1976, p: 176
12. Syed Abdullah, Dr.: Wajhi Se Abdul Haq Tak; Ezan, p: 284-285
13. Ezan, p: 292
14. Syed Abdullah, Dr.: Urdu Khatt Nigari, Mashmula: Naqoosh Makateeb Number 65-66, November 1957, Murattib: Muhammad Tufail, Lahore: Idara Farogh-e-Urdu, p: 38
15. Brij Mohan Lal Roshan Ambalvi: Kamla Ke Khatoot, Roshan Publishing House Delhi, Hamdard Press Koocha Cheelan Delhi, S.N., p: 8
16. Professor Aal-e-Ahmad Suroor: Iqbal Ke Khatoot, Mashmula: Iqbal Aur Un Ka Falsafa, Lahore: Maktaba Aaliya, 1977, p: 110
17. Ezan, p: 118
18. Brij Mohan Lal Roshan Ambalvi: Kamla Ke Khatoot, Roshan Publishing House Delhi, Hamdard Press Koocha Cheelan Delhi, S.N., p: 2
19. Muhammad Baqir: Landani Dost Ke Naam Khatoot, Lahore: Maktaba Ilm-o-Adab, 1946, p: 6
20. Majmooa Rajinder Singh Bedi; Murattiba: Salah-ud-Din Mahmood, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2003, p: 1348
21. Muhammad Hasan Askari: Manto Ka Maqam; Naqoosh Manto Number 65-66, November 1957, Murattib: Muhammad Tufail, Lahore: Idara Farogh-e-Urdu, p: 251
22. Muhammad Hasan Askari: Manto Ka Maqam; Naqoosh Manto Number, Ezan; p: 251
23. Naqoosh Makateeb Number 65-66, November 1957, Murattib: Muhammad Tufail, Lahore: Idara Farogh-e-Urdu, p: 255